دوامِ حدیث

بجواب

مقامِ حدیث

(از افادات استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ محمد صاحب مدظلہ العالی شیخ الجامعۃ السلفیۃ لائلپور)

جیسا کہ "رحیق" کے کسی گذشتہ شمارے میں ذکر آچکا ہے کہ "مقامِ حدیث" ان متفرق مضامین کا مجموعہ ہے جو انکار و تردید حدیث میں رسالہ "طلوع اسلام" میں سالہا سال تک نکلتے رہے جس کو رسالہ مذکور کے ادارے نے سنہ ۵۳ء میں دو ضخیم جلدوں میں شائع کیا تھا۔

اگرچہ اس کتاب کے اکثر مضمونوں کی فرداً فرداً مدلل و مفصل تردید علمائے اہل حدیث کی طرف سے ہو چکی ہے۔ تاہم "مقامِ حدیث" کے شائع ہوتے ہی جماعت اہل حدیث کے فاضل محقق اور محترم بزرگ حضرت الاستاذ مولانا حافظ محمد صاحب متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ و نفعھم بعلومہ نے تھوڑے ہی دنوں میں گویا برجستہ اس کا جواب مکمل کر لیا تھا جس کا ایک ٹکڑا متعلقہ حفاظتِ حدیث "رحیق" کی تین اشاعتوں (دسمبر سنہ ۵۷ء، جنوری و مارچ سنہ ۱۹۵۸ء) میں قارئین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ساڑھے آٹھ سو صفحوں کی کتاب کا تنقیدی جائزہ خاصہ طویل ہے۔ رحیق جیسا قلیل الحجم ماہنامہ اتنی بڑی کتاب کا متحمل کیسے ہو سکتا ہے لیکن افسوس سے عرض کرنا پڑتا ہے کہ بظاہر اس کی جلد اشاعت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ بنا بریں بالآخر یہی مناسب سمجھا گیا کہ سر دست رحیق میں قسط وار اس کی اشاعت شروع کر ہی دی جائے۔ چنانچہ آج سے یہ سلسلہ شروع کیا جاتا ہے۔ و باللہ التوفیق و نسئالہ الاتمام علی احسن المراد۔

یہاں چند باتوں کی صراحت مناسب معلوم ہوتی ہے۔

(۱) حضرت الاستاذ اپنی طویل علالت اور دوسری علمی و تدریسی مصروفیات کے باعث مسودہ پر نظر ثانی نہیں

فرما سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی ترتیب ویسی منقح نہیں جیسی چاہیئے تھی۔ حتیٰ کہ اس پر عنوان بھی کوئی نہیں تھا۔ "دوامِ حدیث" عنوان ہمارا تجویز کردہ ہے۔

(۲) کتاب مردود میں بار بار تکرار کی وجہ سے جواب میں بھی بعض مباحث کا تکرار آگیا ہے۔ تاہم یہ تکرار مزید فوائد سے خالی نہ ہوگا۔

(۳) "دوامِ حدیث" خالص علمی انداز کی کتاب ہے۔ اصطلاحات عموماً وہی استعمال ہوئی ہیں جو علمائے مدارس عربیہ میں متداول ہیں۔ بعض مباحث دقیق ضرور ہیں لیکن ٹھوس اور تحقیقی ہیں۔ زبان کا چٹخارہ اور چاشنی شاید اس میں نہ ملے کیونکہ اصل غرض نفس مسئلہ سے رکھی گئی ہے، یہ طرزِ تصنیف مروجہ طریقہ سے ہٹا ہوا ہے۔ مگر متلاشیانِ ہدایت وتحقیق کے لئے غالباً مفید ہوگا۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ اس کا مطالعہ اسی نظر سے کیا جائے گا۔ (رحیق)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ أَرْسَلَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ قَدْ بَيَّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ بِقَوْلِهِ وَعَمَلِهِ جَلِيلًا وَخَفِيًّا۔ وَالَّذِينَ مَعَهُ يُحِبُّهُ وَيُحِبُّونَهُمْ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ اسْتَخْلَفَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَمَكَّنَ لَهُمُ الدِّينَ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَبَدَّلَ لَهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا، فَلَنْ عَبَدُوهُ وَحْدَهُ وَلَمْ يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَجَاهَدُوا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ وَجَهَدُوا حَقَّ الْجُهْدِ فِي تَبْلِيغِ الْقُرْآنِ وَالْحَدِيثِ وَحِفْظِهِمَا وَحِفَاظَتِهِمَا وَفِي اشَاعَةِ السُّنَّةِ عِلْمًا وَعَمَلًا۔ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ مِنَ الْجَهَابِذَةِ الْمُحَدِّثِينَ وَالْعُلَمَاءِ الْمُجْتَهِدِينَ۔ رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالَىٰ أَجْمَعِينَ أَمَّا بَعْدُ۔

موجودہ دور مسلمانوں کے لئے بہت ہی ابتلائی دور ہے۔ اگر ان کی معاشی حالت مخدوش ہے تو سیاسی صورت کو بھی کچھ اچھا نہیں کہا جا سکتا۔ اقتصادی حالت بگڑی ہوئی ہے تو معاشرتی اس سے بھی ابتر ہے۔ علمی کمزوری کے ساتھ ساتھ عملی کمزوری بھی نمایاں ہے۔ عوام جہالت کی وجہ سے دینی اور دنیوی بلند نظری سے ناآشنا ہیں۔ خواص ان کے علاج وتشخیص سے بے بہرہ یا بے پرواہ ہیں

حالانکہ ان کے پاس ایسی چیز جس سے ان بیماریوں کی تشخیص اور علاج ہو سکتا ہے موجود ہے اور وہ ہے کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دونوں کا سرچشمہ ایک ہے۔ دونوں اللہ تعالے کی طرف سے ہیں۔ کتاب اللہ اگر وحی متلو ہے تو سنت وحی غیر متلو۔ قرآن کی حیثیت اگر متن کی سمجھ لی جائے تو حدیث اس کی شرح و ترجمان ہے۔ قرآن مجید سمجھنے کے لئے جیسے لغت، صرف نحو، ادب، معانی و بیان کی ضرورت ہے ان سب سے بڑھ کر حدیث کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کے تمام فرقے سُنی، شیعہ، مقلّد و اہل حدیث، حنفی و بریلوی اور صوفی و ظاہری وغیرہ سب ان دونوں کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔ رسول کریم کی سیرت جو اپنے اندر اعجاز رکھتی ہے علم حدیث سے ہی معلوم ہوتی ہے۔

مگر آج کل ایک فرقہ ایسا پیدا ہوگیا ہے جو لوگوں کو حدیث شریف سے منحرف کرنیکی کوشش میں ہے اس کی تحریرات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دراصل سنت و حدیث سے پھیرنے کی تگ و دو کسی اور مقصد کے لئے کر رہا ہے اور وہ مقصد یہ ہے کہ پاکستان میں آئین اسلامی کے اجراء و نفاذ سے پبلک اور متعلقہ اصحاب کو برگشتہ کیا جائے۔ گو وہ بات کھل کر نہیں کہتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ لوگ مذہب سے زیادہ ناواقف ہوتے ہوئے بھی مذہب سے عقیدت رکھتے ہیں اس لئے ان کو غلط سبق دے کر ہی اسلامی آئین سے پھیرا جا سکتا ہے۔

انکارِ حدیث کی تحریک یہ تحریک اگرچہ ایک مدت سے جاری ہے مگر پہلی حالت اور نئی صورتِ حال میں فرق ہے۔ پہلی تحریک شاید زیادہ تر غلط فہمی کا نتیجہ ہو۔ وہ ظاہر کرتے تھے کہ "حدیث بعد کی بناوٹ ہے۔ آنحضرت کے زمانے میں صرف قرآن ہی تھا۔ ایک مدت تک یہی دستور العمل رہا۔ یہاں تک کہ حدیثیں بنائی گئیں" اس فرقے کے پہلے بانیوں نے متواترات تک سے بھی انکار کر دیا تھا (حالانکہ متواتر باتوں کا انکار دماغی عدم توازن کی علامت ہے) اس لئے وہ کوئی تاثر پیدا نہ کر سکے اور جاہلوں ہی میں شور مچاتے رہے "تعلیم یافتہ" حلقہ میں ان کی کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ مگر آج کل اسی فرقے کے بعض لوگ اس تحریک کو ایک نئی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ جو پہلے سے ذرا گہری اور خطرناک ہے۔ یہ فرقہ اپنے دعوے میں حدیث سے انکار نہیں کرتا۔ مگر اس کی روش انکار کے مرادف ہے۔

انکارِ حدیث کی یہ ترقی یافتہ شاخ حدیث کو ہمیشہ کے لئے حجت نہیں مانتی بلکہ ایک وقتی چیز کہہ کر اس کو ٹال دیتی ہے۔ اصل مقصد چونکہ حدیث کی اتباع سے گلو خلاصی حاصل کرنا اور آئین اسلامی کی ان دفعات سے بچنا ہے جن کی تفصیل اور تشریح کتبِ سنت میں آتی ہے۔ اس لئے کبھی کچھ عذر پیش کرتے ہیں اور کبھی کچھ، مثلاً حدیث کے دینی نہ ہونے کے بارے میں کبھی اس کا "ظنی" ہونا پیش کرتے ہیں۔ مگر جلدی ہی یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ حدیث "یقینی" بھی ہو تب بھی جزوِ دین نہیں! بلکہ وقتی چیز ہی ہے۔ اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ حدیث قرآن کی طرح لکھی نہیں گئی۔ پھر جلدی میں یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ اگر حدیثیں لکھی بھی جائیں تب بھی یہ دین نہ ہوتیں۔ پھر حدیث کے متعلق کبھی یہ بحث شروع کر دیتے ہیں کہ حدیثیں عقل کے خلاف ہیں۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ قرآن کے خلاف ہیں۔ پس ان کی دورنگی اور حیرت صاف بتلا رہی ہے کہ ان اعتراضات کا مقصد محض دفع الوقتی ہے اصل چیز کچھ اور ہی ہے۔

منکرین حدیث کا موجودہ موقف مذکورہ بالا فرقے کے موجودہ سربراہ نے اپنی کتاب "مقام حدیث" میں اپنا عندیہ جو ذکر کیا ہے پہلے ہم اسے یہاں نقل کرتے ہیں، اس کے بعد اس کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا۔ وباللہ التوفیق۔

(الف) اللہ کا آخری دین اسلام ہے جو اس کے آخری نبی کی وساطت سے تمام نوع انسانی کے لئے قیامت تک کے لئے بطور ضابطۂ حیات ملا اور یہ دین قرآن کریم کے اندر محفوظ ہے۔

(ب) قرآن خدا کی مکمل کتاب ہے اور حرفاً حرفاً وہی ہے جو اللہ کی طرف سے نازل ہوتی تھی۔ اس میں قیامت تک کوئی ردوبدل نہیں ہو سکتا۔

(ج) قرآن کریم میں بجز چند تفصیلی احکام کے دین کے اصول بیان ہوئے ہیں۔ ان اصولوں کی روشنی میں ہر زمانے کے مسلمانوں کا اجتماعی نظام اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق جزئی احکام (By-laws) خود مرتب کرے گا۔ ان احکام کا نام شریعت ہے۔ لہٰذا قرآن کے اصول تو غیر متبدل ہیں لیکن ان کی روشنی میں متعین کردہ جزئی احکام زمانے کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ بدلتے رہیں گے۔ اس طرح یہ دین قیامت تک کے لئے انسانوں

کے بڑھتے ہوئے تقاضوں کا ساتھ دیتا چلا جائے گا۔

(د) قرآن کے علاوہ ہمارے پاس جس قدر مذہبی لٹریچر (مثلاً کتب، روایات وغیرہ) ہے وہ عہد محمد رسول اللہ والذین معہ کی تاریخ ہے جو حضور کے زمانہ کے بہت بعد مرتب ہوئی۔ اس میں صحیح باتیں بھی ہیں اور غلط بھی۔ ہمیں چاہیئے کہ قرآن کی روشنی میں پورے لٹریچر کو پرکھیں اور جو جو باتیں قرآن کریم یا رسول اللہ کی ذاتِ اقدس کے خلاف دکھائی دیں انہیں الگ کر کے باقی حصہ سے تاریخی فوائد حاصل کریں۔ اس تاریخ سے سیرت نبی اکرم کے بڑے بڑے اہم گوشے ابھر کر ہمارے سامنے آسکتے ہیں جو ہمارے اس دور کے تقاضوں کا حل دریافت کرنے میں دلیلِ راہ بن سکتے ہیں۔ (مقامِ حدیث ص۴۰۳ جلد ۲)

"الغرض حدیث کا صحیح مقام دینی تاریخ کا ہے اس سے تاریخی فائدے حاصل کئے جا سکتے ہیں لیکن دین میں حجت کے طور پر وہ نہیں پیش کی جا سکتی۔" (مقام حدیث ص۱۶۷-۱۶۸ جلد ۱)

"رسول اللہ جہاں ایک رسول تھے (یعنی خدا کی وحی کو انسانوں تک پہنچانے والے) وہیں آپ اس حکومت خداوندی کے اولین مرکز بھی تھے۔ لہذا آپ کی اطاعت جو بحیثیت امیرِ ملّت اور مرکزِ امت کی جاتی تھی خدا اور رسول کی اطاعت تھی۔ حضور کے بعد مرکزِ ملت خلیفۃ الرسول قرار پا گئے اس وقت خدا اور رسول کی اطاعت خلیفۃ المسلمین کی اطاعت تھی۔" (مقام حدیث ص۶۴ جلد ۱)

"نبی اکرم اور خلافت راشدہ میں خدا اور رسول کی اطاعت سے مفہوم مرکزِ ملت کے فیصلوں کی اطاعت تھا اور بس" (مقام حدیث ص۶۵ جلد ۱)

"اور جو جزئیات رسول اللہ نے مرتب فرمائی تھیں ان کا قرآن کی طرح محفوظ نہ رکھنا اس امر کی بدیہی دلیل ہے کہ ان جزئیات کو غیر متبدل اور اٹل قرار دینا نہ منشا خداوندی تھا نہ منشائے رسالت، خدا اور اس کے رسول کے نزدیک ان میں مختلف زمانوں میں بہ اقتضائے حالات رد و بدل ہو سکتا ہے۔" (مقام حدیث ص۶۵ جلد ۱)

نتیجہ اس عبارت کے پہلے حصے کو جو اتفاقی ہے اس لئے لایا گیا ہے تاکہ بعد کی باتیں رائج

پا سکیں اور درج (ہ) کے بعد کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک

(۱) شریعت بنانا ہم انسانوں کا کام ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شریعت خود ہی بنائی تھی اور بناتے وقت قرآنی کلیات کو سامنے رکھ لیا تھا۔ اسی طرح ہم بھی شریعت بنا سکتے ہیں اس کا ہمیں اختیار ہے۔ بنا بریں ہر زمانے کے تقاضے کے مطابق قرآنی کلیات کو سامنے رکھ کر جو جزئیات تیار ہوں گی وہی شریعت ہے۔ یعنی شریعت قیامت تک کے لئے دائمی نہیں۔ بلکہ حالات و ازمنہ کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے۔

(۲) دین "یقینی" ہونا چاہیئے "ظنی" نہیں اور

(۳) "یقینی" چیز صرف قرآن ہے۔

(۴) حدیثیں "ظنی" ہیں اس لئے یہ دین نہیں بلکہ تاریخی باتیں ہیں۔

ان امور پر ہم ذرا تفصیل سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔

ا۔ شریعت قیاسی چیز نہیں یہ امر کہ شریعت قیاسی چیز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی شریعت بناتے تھے اس لئے اب ہم بھی شریعت بنا سکتے ہیں۔ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل تصریحات کے خلاف ہے۔

(۱) ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا (جاثیہ) — پھر ہم نے تجھے ایک شریعت پر کیا۔ پس اس کی پیروی کر۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت من جانب اللہ ہوتی ہے۔ نبی اپنی طرف سے شریعت نہیں بناتا۔

دوسری جگہ فرمایا ہے۔

(۲) اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ (الشوری) — کیا ان کے شریک ہیں جو ان کے لئے دین سے ایسے امور کو شریعت بناتے ہیں جن کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔

یعنی شریعت اللہ کے حکم (بذریعہ وحی جلی یا خفی سے) سے بنتی ہے نہ قیاس اور عقل سے۔

ایک جگہ فرمایا۔

(۳) شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ (الشوریٰ)

اللہ تعالےٰ نے تمہارے دین سے ان باتوں کو شریعت بنایا جن کی نوح کو وصیت کی اور جو چیز ہم نے تجھے بصورتِ وحی بتائی اور وہ چیز جس کی ہم نے ابراہیمؑ، موسےٰ اور عیسےٰؑ کو وصیت کی۔

اس آیت سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت، وحی اور وصیت الٰہی سے مقرر ہوتی ہے ایک جگہ فرمایا :-

(۴) لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا وَّلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ (المائدہ)

ہم نے تم میں سے ہر ایک (امت) کے لئے ایک شریعت اور ایک راہ بنائی - اگر اللہ چاہتا تو تم کو (ایک ہی شریعت دے کر) ایک امت بنا دیتا - لیکن (اس نے ہر امت کے لئے الگ الگ شریعت اس لئے بنائی ہے) تاکہ تم کو آزمائے - اس میں جو تم کو (الگ الگ شریعت اور حکم) دیا۔

شریعت وحی ہے قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اللہ کی طرف سے بصورت وحی اور وصیت مقرر کی جاتی ہے - پیغمبر اپنی طرف سے شریعت نہیں بناتا نہ دوسرے آدمیوں کو اختیار ہے کہ وہ اپنی مرضی سے شریعت بنائیں

تبدیلی احکام کا نظریہ عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے یاد رہے کہ یہ نظریہ کہ "مرکزِ ملت" اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق جزوی احکام بدلتا رہے عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے کیونکہ شریعت کے اختلاف سے امتیں مختلف ہو جاتی ہیں - اگر شریعت بدل جائے تو امت بھی بدل جاتی ہے اور شریعت چونکہ پیغمبر کی معرفت ہی بدلتی ہے اس لئے فرمایا۔ لِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ (یونس) (ہر امت کے لئے ایک رسول آتا ہے) اس بنا پر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ہی امت میں شریعت مختلف ہو جائے - جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ "شریعت" میں اب بھی تبدیلی ہو سکتی ہے وہ حقیقت میں ایک نئی امت کی بنیاد ڈالنا

اور ختم نبوت کے دعوے کے ساتھ ہی نبوت کے منصب اور اس کی خصوصیات پر خود قبضہ جمانا چاہتے ہیں!!

حدیثی تفصیلات کی حیثیت درحقیقت صحیح بات یہی ہے کہ احادیث میں وارد تفصیلات میں وحی اور وصیت الٰہی کو بہت بڑا دخل ہے۔ کوئی شخص اپنی عقل سے وہ سب باتیں مقرر نہیں کر سکتا۔

اس امر کی تفصیل آئندہ کسی موقعے پر آئے گی کہ حدیث میں وحی کو کتنا دخل ہے اور اس کی کتنی قسمیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ سردست مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "یقین وظن" کے الفاظ مباحث پر بقدر ضرورت نظر ڈالی جائے کیونکہ اس حلقے کی طرف سے ان کا بار بار نام جب لیا جاتا ہے تو بعض لوگ ان مباحث علیہ سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

یقین وظن سے متعلقہ مباحث ظن ویقین کی حقیقت جاننے سے قبل دلیل[1] کی تشریح مستحضر کر لینی چاہیے۔

دلیل کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) قیاس منطقی (۲) استقراء (۳) تمثیل یا فقہی قیاس۔

"قیاس منطقی" میں کلی سے جزئی پر استدلال ہوتا ہے مثلاً انسان کے جسم ہونے کے متعلق یہ کہا جائے کہ "وہ حیوان ہے اور ہر حیوان جسم ہوتا ہے لہذا انسان جسم ہے"۔ اس کلام میں "ہر حیوان جسم ہوتا ہے" کلی ہے۔ انسان جسم ہے یہ جزئی ہے جس میں پہلے سے دوسرے کو ثابت کیا گیا ہے۔

"استقراء" میں جزئی سے کلی کو ثابت کیا جاتا ہے جیسے یہ کہا جائے کہ ہر انسان کھاتے وقت نچلا جبڑا ہلاتا ہے۔ اس کلی کو اس طرح ثابت کیا جائے کہ تمام حیوانوں کو کھاتے وقت دیکھا جائے۔ جب ثابت ہو جائے کہ سب کھاتے وقت نچلا جبڑا ہی ہلاتے ہیں تو پہلا کلام ثابت ہو جائے گا۔ اگر یہ تتبع اور استقراء تام ہو تو بات یقینی ورنہ ظنی ہوتی ہے۔ لیکن

---

[1] ان مباحث میں دلیل سے اصطلاح منطق کی دلیل مراد ہے۔

عام طور پر استقراء ظن ہی ہوتا ہے۔

"تمثیل" میں جزئی کو جزئی سے ثابت کیا جاتا ہے جیسے یہ کہا جائے کہ بھنگ حرام ہے کیونکہ اس میں شراب کی طرح نشہ ہے اور شراب نشہ کی بنا پر چونکہ حرام ہے اس لئے بھنگ بھی حرام ہوگی۔ ایسی صورت میں اگر علت قطعی ہو تو حکم قطعی ہوگا ورنہ ظنی ــــ اور تمثیل اکثر ظنی ہوتی ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ قیاس (منطقی) تو قطعی ہے مگر استقراء اور تمثیل دونوں ظنی ہیں تاہم یہ حکم بھی اکثری ہے کلی نہیں۔

پھر دلیل جن فقروں (جملوں) سے بنتی ہے۔ ان میں سے کبھی بعض یقینی ہوتے ہیں اور بعض ظنی۔ کبھی سب ظنی، کبھی سب یقینی۔

تعریف یقین وظن | یقین اس اعتقاد جازم کا نام ہے، جو واقعہ کے مطابق پختہ ثابت رہنے والا ہو۔ اگر واقع کے مطابق نہ ہو جیسے عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ مسیح اللہ ہے اس کو یقینی نہیں کہتے بلکہ جہل مرکب کہا جائے گا۔ اگر پختہ اعتقاد نہ ہو جیسے عام استقراء اور عام تمثیل کی بنا پر اعتقاد ہو جو ظن کے مرتبے میں ہوتا ہے اس کو بھی یقین نہیں کہتے بلکہ "ظن" کہتے ہیں۔ اسی طرح جو اعتقاد کسی کے کہنے پر ہو اگرچہ پختہ ہی ہو مگر چونکہ دلیل کی بنا پر نہیں ہوتا اس لئے ایسا اعتقاد ثابت نہیں رہ سکتا بلکہ شک ڈالنے سے زائل ہو جاتا ہے اس کو بھی یقین نہیں کہتے۔ بلکہ تقلید کہتے ہیں۔

یقینی مقدمات | فقرے (جملے یا مقدمات) مندرجہ ذیل باتوں میں ہوں تو یقینی ہوتے ہیں

(۱) (اوّلیّات) ان باتوں کو کہتے ہیں جن سے انسان خیال کرنے کے بعد فوراً واقف ہو کر یقین کرلے۔ پھر بعض باتیں سب کے نزدیک واضح ہوتی ہیں۔ کیونکہ انسان کے دماغ میں ان کا گذر ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً کل جز سے بڑا ہوتا ہے وغیرہ۔

(۲) (فطریات) ایسے مقدمات (فقرے) کہ ذرا توجہ سے ان کے دلائل بھی ذہن میں فوراً حاضر ہو جائیں۔ جیسے یہ بات کہ "چار کا عدد جفت (جوڑا) ہے" اس کی دلیل یہ ہے کہ دو برابر حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ جب چار ذہن میں آتا ہے تو فوراً اس کا دو برابر حصوں میں تقسیم ہونا بھی ذہن میں آجاتا ہے۔

(۳) (مشاہدات) وہ باتیں ہیں جن میں ظاہری احساس کے بعد عقل حکم لگائے۔ مثلاً یہ کہ سورج روشن ہے، آگ گرم ہے، ان کو "محسوسات" کہتے ہیں۔ یا باطنی احساس سے عقل حکم لگائے جیسے یہ حکم کہ ہمارے اندر ڈر یا غصہ پایا جاتا ہے۔ یا ہم سوچتے ہیں۔ ان باتوں کو "وجدانیات" کہتے ہیں۔

(۴) (تجربات) جو باتیں بار بار دیکھنے یا محسوس کرنے سے معلوم ہوں جیسے یہ بات کہ کونین بخار کے لئے مفید ہے۔

(۵) (حدسیات) وہ باتیں جو کسی بات کے مشاہدہ سے فوراً ذہن میں آجائیں۔ جیسے یہ بات کہ چاند کا نور سورج کے پرتو سے ہے۔

(۶) (متواترات) وہ باتیں جن کے بتانے والے اتنے ہوں کہ ان سے کہی بات پر یقین ہو جائے۔ ان کے لئے یہ شرط ہے کہ مشاہدہ کی بات ہو اور بتانے والے کی خبر کا انتہائی شاہد ہو۔

(۷) محسوسات میں وہم کا حکم بھی یقینی ہوتا ہے۔

ظنی مقدمات | کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) (مسلمات) وہ باتیں ہیں جو دوسرے علوم میں ثابت کی جائیں مگر اس جگہ ان پر کوئی دلیل نہ قائم کی جائے ——— وغیرہ

(۲) (مشہورات) وہ ہیں جن پر ایک جماعت متفق ہو یا سب متفق ہوں۔ . . . . مثلاً "معبود ایک ہی ہے" "عدل اچھا ہے" "تسلسل محال ہے" وغیرہ۔

شہرت کے اسباب | رہے شہرت کے اسباب تو وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

"مصلحت عامہ" جیسے "عدل اچھا ہے" "ظلم برا ہے" "یا انسانی مزاج کی مطابقت" جیسے کمزوروں کی حمایت قابل ستائش ہے۔ یا انسانی عادت کی موافقت" جیسے ہندو کہتے ہیں ذبح کرنا برا ہے مگر دوسرے لوگ کہتے ہیں برا نہیں۔ یہ اختلاف عادت کی وجہ سے ہے۔ "یا حمیت و غیرت" جیسے یہ قول کہ ننگا ہونا برا ہے۔ یا شریعت کی موافقت"

مشہور و بدیہی میں فرق | کبھی کبھی مشہور اور بدیہی کلام میں اشتباہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر عادت

اور ادب سے الگ ہو کر غور کیا جائے تو بدیہی اور مشہوریں فرق کھل جاتا ہے۔ یعنی بدیہی یں تو حکم وہی رہتا ہے مگر مشہوریں حکم کبھی سچا ہوتا ہے کبھی جھوٹا۔

جدل | جو قیاس (دلیل) مسلمات اور مشہورات سے ترکیب پائے اصطلاح یں وہ جدل کہلاتا ہے۔ جس سے غرض مقابل کو الزام دینا یا جو شخص یقینیات سے کوئی بات نہ سمجھ سکے اس کو قائل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

۳۔ مقبولات | ایسے لوگوں سے کوئی بات نقل کرنا جن کے متعلق اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے۔ جیسے اولیائے کرام۔ علمائے عظام۔ حکماء، نیک لوگ۔

۴۔ مظنونات | جہاں قرائن کی بنا پر حکم لگایا جائے مثلاً بادل دیکھ کر بارش کا حکم لگانا۔

خطابت | جو قیاس (دلیل) مقبولات اور مظنونات سے مرکب ہو اس کو خطابت کہتے ہیں

وہمیات | وہ ہوتے ہیں جہاں محسوس پر غیر محسوس کا حکم لگایا جائے، ــــ جو "دلیل" وہمیات سے مرکب ہو اسے سفسطہ اور مغالطہ کہا جاتا ہے۔

یقینی اور ظنی دلیل | پس صورت کے لحاظ سے دلیل دو قسم پر ہے۔ ایک یقینی اور وہ قیاس (منطقی) ہے۔ دوم ظنی اور وہ استقراء اور تمثیل ہے ــــ لیکن مادہ کے اعتبار سے اس کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) برہان۔ جو یقینیات سے مرکب ہو (۲) ظنی جو مشہورات و مسلمات اور مقبولات و مظنونات سے مرکب ہو (۳) وہمی جو وہمیات سے ترکیب پائے (۴) شعری جو مخیلات سے بنائی جائے۔　　　(باقی)

احادیث کا بہترین مجموعہ
صرف ایک ایک نسخہ

(۱) ریاض الصالحین عربی مع حواشی طبع جدید۔ مجلد چمڑا کپڑا قیمت -/-/۱۲

(۲) ریاحین العابدین اردو ترجمہ ریاض الصالحین بین السطور مع حواشی قیمت -/-/۲۵

المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ۔ لاہور